# فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

**سوال**: قضائے حاجت کے وقت قبلہ رو ہونا کیسا ہے؟

**جواب**: قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنے کا جواز اس صورت میں ہے، جب سامنے کوئی اوٹ، دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اس مسئلہ میں وارد احادیث ملاحظہ ہوں:

❀ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''(مدینہ والو!) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ پیٹھ، بل کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لو۔ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم شام کے علاقہ میں گئے، دیکھا کہ وہاں بیت الخلا قبلہ رُو بنے ہوئے تھے۔ ہم نے تو اپنا رخ قبلہ سے پھیر لیتے اور 'استغفر اللہ' پڑھتے۔''

(صحيح البخاري: ٣٩٤، صحيح مسلم: ٢٦٤)

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''انہیں کہا گیا کہ تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز ہی سکھاتا ہے، حتی کہ قضائے حاجت کے اصول بھی سمجھاتا ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، آپ ﷺ نے ہمیں قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے، دائیں ہاتھ، تین پتھروں سے کم اور لید یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح مسلم: ٢٦٢)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ عَلٰى حَاجَتِهٖ، فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا.

''قضائے حاجت کے لیے کوئی قبلہ کی طرف منہ کرے، نہ پیٹھ۔''

(صحيح مسلم: ٢٦٥)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

''لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ قضائے حاجت کے لیے بیت اللہ اور بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کیا جا سکتا، جب کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔''

(صحيح البخاري: ١٤٥، صحيح مسلم: ٢٦٦)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ.

''اپنے کسی کام کی غرض سے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔''

(صحيح البخاري: ١٤٨، صحيح مسلم: ٢٦٦)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو جواب دیا، جو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا نا

جائز سمجھتے تھے، کیوں کہ انہوں نے خود نبی کریم ﷺ کو قبلہ رخ ہوکر پیشاب کرتے دیکھا تھا۔ جبکہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ممانعت والی حدیث سن رکھی تھی اور نبی کریم ﷺ کا عمل ان کے علم میں نہ آسکا، تب ہی تو فرماتے ہیں:

مَا أَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْكَرَابِيسِ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ أَوِ الْبَوْلَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ أَوْ قَالَ الْكَعْبَةَ بِفَرْجٍ .

''میں ان باتھ رومز کا کیا کروں؟ جب کہ میں نے تو نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان سن رکھا ہے: قضائے حاجت کے وقت کوئی قبلہ رخ نہ ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١/١٣٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ہمیں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرکے پیشاب کرنے سے منع کرتے تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو موت سے ایک برس پہلے قبلہ رخ پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : ٣/٣٦٠، سنن أبي داوٗد : ١٣، سنن الترمذي : ٩، سنن ابن ماجة : ٣١، شرح معاني الآثار : ٤/٢٣٤، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۵۸)، امام ابن حبان (۱۴۲۰) اور امام ابن الجارود رحمہم اللہ (۳۱) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''امام مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام بزار رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر: ۱/ ۱۲۸) نے ''حسن'' کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (شرح مسلم: ۳/ ۱۵۵) نے سند کو

''حسن'' کہا ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر :۲/ ۳۰۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سلیمان بن زیاد مصری کہتے ہیں:

''ایک جمعہ ہم سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے سلفچی (ہاتھ وغیرہ دھونے کا برتن) منگوایا اور ایک بچی سے کہا مجھے پردہ کریں، اس نے پردہ کیا، آپ نے اس برتن میں پیشاب کیا۔ اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو بہ قبلہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔''

(صحیح ابن حبّان : ١٤١٩، وسندہٗ حسنٌ)

ان احادیث کی رو سے اکثر محدثین قبلہ کی طرف کر کے پیشاب کرنے کے بارے میں ممانعت والی روایات کو فضا اور صحرا پر محمول کرتے ہیں کہ پردہ یا اوٹ ہو، تو جائز ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہو، کیوں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا ثابت ہے۔

❁ سید الفقہاء امام بخاری رحمہ اللہ یوں باب قائم کرتے ہیں:

بَابٌ : لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ، جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ.

''اس بات کا بیان کہ قضائے حاجت کے لیے قبلہ رخ نہ ہوا جائے الا کہ دیوار وغیرہ کی صورت میں کوئی عمارت حائل ہو۔''

❁ شارحِ صحیح مسلم حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) اس مسئلہ میں مذہبِ علما ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’جو احادیث قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت میں آئیں ہیں، انہیں صحرا پر محمول کریں گے اور یہ بات علمائے کرام کے ہاں طے ہے کہ جب جمع و تطبیق ممکن ہو، ترجیح پر عمل نہیں کیا جا سکتا، بل کہ جمع و توفیق اور تمام احادیث پر عمل واجب ہو گا۔ اس مسئلہ میں جمع و توفیق ممکن ہے، لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔ علمائے کرام نے صحرا اور عمارتوں میں اس لحاظ سے بھی فرق کیا ہے کہ عمارتوں میں قبلہ رخ نہ ہونے کا کہا جائے تو اس سے مشقت لاحق ہو گی، جب کہ صحرا میں ایسا کچھ نہیں ہے۔‘‘

(شرح صحيح مسلم : ۱۵۵/۳)

✿ شارحِ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ ہونے کے حوالے سے عمارت اور صحرا میں فرق جمہور کا موقف ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ نیز تمام دلائل پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے۔‘‘

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : ۲٤٦/۱)

## تنبیہ نمبر ①:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ يَكْرَهُونَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوا بِفُرُوجِهِمُ الْقِبْلَةَ، فَقَالَ : أُرَاهُمْ قَدْ فَعَلُوهَا، اسْتَقْبِلُوا بِمَقْعَدَتِي الْقِبْلَةَ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ ایک قوم قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا حرام سمجھتی

ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسے ہی کرتے ہوں گے،آپ قبلہ رخ پیٹھ پھیرا کریں۔''

(سنن ابن ماجة : ٣٢٤، مسند الإمام أحمد : ١٨٤/٦، مسند الطيالسي : ١٥٤١، شرح معاني الآثار للطحاوي : ٢٣٤/٤)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَالِدُ بْنُ أَبِي صَلْتٍ عَنْ عِرَاكٍ مُّرْسَلٌ .

''خالد بن ابوصلت کی عراک سے روایت ''مرسل'' ہوتی ہے۔''

(التاريخ الكبير : ١٥٥/٣)

② خالد بن ابو صلت راوی ''مجہول'' ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:٦/٢٥٢) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

۞ حافظِ اندلس علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ فَهُوَ سَاقِطٌ....خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ وَهُوَ مَجْهُولٌ لَّا يُدْرٰى مَنْ هُوَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ضعیف ہے۔....خالد بن ابوصلت مجہول راوی ہے،اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں!''

(المحلىٰ بالآثار : ٢٦١/١)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَكَادُ يُعْرَفُ . ''اس کی پہچان ممکن ہی نہیں۔''

(ميزان الإعتدال : ٦٣٢/١)

۞ حافظ ابن حجر نے اسے ''مقبول'' (مجہول) کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : ١٦٤٣)

③ یہ ''منقطع'' ہے۔ عراک کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (علل ابن ابی حاتم، ص۱۶۲۔۱۶۳) نے اس روایت کو ''مرسل'' کہا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے، وہ بھی عراک کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کا انکار کرتے ہیں۔ جس روایت میں عراک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی تصریح کی ہے اس میں علی بن عاصم واسطی راوی ''ضعیف'' ہے۔

④ سنن دارقطنی (۶۰/۱) میں «خالد الحذاء عن رجل عن عراك» کی سند سے خالد حذا اور عراک کے درمیان جو ''رجل'' ہے، وہ خالد بن ابوصلت ہے۔ خالد نے عراک سے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ 'المزید فی متصل الاسانید' کی قبیل سے ہے، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

## تنبیہ نمبر ②:

❀ مروان اصفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی اونٹنی قبلہ رخ بٹھائی اور اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگے۔ میں نے پوچھا: ابوعبد الرحمٰن! (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت) قبلہ رخ پیشاب کرنا منع نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، لیکن یہ ممانعت فضا سے متعلقہ ہے، جب درمیان میں کوئی اوٹ ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : ١١، السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩٢/١)

سند ''ضعیف'' ہے۔حسن بن ذکوان ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اس حدیث کو امام ابن الجارود (٣٢)، امام ابن خزیمہ (٦٠) اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (٥٥٦/١) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (٢٥٦/١) نے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ علامہ حازمی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار، ص ٣٨)

## الحاصل:

اگر سامنے دیوار یا پردہ حائل ہو، تو قبلہ رخ پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اکثر ائمہ سلف کا یہی موقف ہے۔بعض روایات بھی اسی موقف کو تقویت دیتی ہیں۔واللہ اعلم!

**سوال**: نماز استسقاء کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

**جواب**: استسقاء کے معنی بارش طلب کرنے کے ہیں، بارش مولائے کریم کی بہت بڑی نعمت ہے، اسے بارانِ رحمت کہتے ہیں، انسانی وجود کی بقا اسی پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ اسے مؤخر کر دیں تو خشک سالی ڈیرے ڈال لیتی ہے، جاندار کئی ایک بیماریوں کی زد میں آ جاتے ہیں، خوراک کی کمی واقع ہو جاتی ہے، اسلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا درس دیا ہے اور وہ نماز استسقا کی صورت میں ہے، استسقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نیز اس پر مسلمانوں کا متوارث عمل ہے۔

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا، وہ رکھ دیا گیا، آپ ﷺ نے ایک دن مقرر کیا، اس دن آپ ﷺ سورج طلوع ہوتے ہی نکلے اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اللہ کی بڑائی اور حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: آپ نے خشک سالی اور قحط کی شکایت کی ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے پکاریں گے تو وہ قبول کرے گا، پھر آپ ﷺ نے دعا شروع کی: تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہیں، وہ رحمان و رحیم ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جو چاہے کرتا ہے، اللہ! تو ہی معبود برحق ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو غنی اور ہم محتاج۔ ہم پر بارش نازل فرما، اُسے ہمارے لئے تادیر طاقت و نفع کا سبب بنا، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ بلند کئے اور اتنے بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ ﷺ نے کمر مبارک لوگوں کی طرف کی اور ہاتھ اٹھائے ہوئے اپنی چادر پلٹی، لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نیچے اُتر کر دو رکعتیں پڑھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی پیدا کی، وہ کڑکی، گرجی اور برسی۔ آپ ﷺ اپنی مسجد میں واپس نہ آئے تھے کہ ندیاں بہہ پڑیں، لوگوں کو پناہ گاہوں کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنس دیئے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آنے لگیں، فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1173، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (2519) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2860) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (328/1) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ

ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی شرط برقرار رکھی ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (الأذکار، ص 160) نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الصَّلَاةِ لِلْاِسْتِسْقَاءِ، وَعَلَيْهِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ .

"یہ حدیث نماز استسقاء کی مشروعیت پر دلیل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔"

(التّحبير لإيضاح معاني التيسير : 99/6)

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کرنے کے لیے دو رکعت ادا کیں اور اپنی چادر کو پلٹا۔" (صحيح البخاري : 1026، صحيح مسلم : 2/894)

❁ ایک روایت میں ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، قَالَ : فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَآئَهٗ، ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَائَةِ .

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جب نماز استسقا کے لئے نکلے،

آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف کمر مبارک کی اور دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنی چادر پلٹی اور اونچی قرأت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔“

(صحيح البخاري : 1025، صحيح مسلم:4/894)

صحیح مسلم میں جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ کے الفاظ نہیں ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”رسول اکرم ﷺ (بارش طلب کرنے کے لئے) عاجزی، انکساری اور گریہ زاری کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے، منبر پر جلوہ افروز ہوئے، لمبا خطبہ نہیں دیا، بلکہ زیادہ وقت دعا، گڑگڑاہٹ اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں لگے رہے، پھر نمازِ عید کی طرح دو رکعتیں پڑھیں۔“

(سنن أبی داوٗد : 1165، سنن النّسائي : 1507، سنن التِّرمذي : 559، سنن ابن ماجه : 1266، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1405) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2862) اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (6/33 :القسم المفقود) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ النُّعْمَانُ أَبُو حَنِيْفَةَ : لَا تُصَلّٰى صَلَاةُ الْإِسْتِسْقَاءِ وَلَا آمُرُهُمْ بِتَحْوِيْلِ الرِّدَآءِ وَلٰكِنْ يَّدْعُوْنَ وَ يَرْجِعُوْنَ بِجُمْلَتِهِمْ قَالَ أَبُوْ عِيْسىٰ : خَالَفَ السُّنَّةَ .

”امام ابوحنیفہ نعمان (بن ثابت) کہتے ہیں: استسقا کی نماز نہیں پڑھی جائے

گی، نہ ہی میں لوگوں کو چادر پلٹنے کا حکم دیتا ہوں، بلکہ دُعا کر کے سارے وہیں سے واپس آ جائیں گے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: انہوں نے یہ کہہ کر سنت کی مخالفت کی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 559، طبع دارالسلام)

**سوال**: کیا نماز استسقاء سے پہلے تین دن روزے رکھنا مسنون ہے؟

**جواب**: نماز استسقاء سے پہلے تین روزے رکھنا مسنون عمل نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات میں ایسا کچھ نہیں ملتا۔

**سوال**: کیا نماز استسقاء کے لیے عیدگاہ کی طرف جانا مسنون ہے؟

**جواب**: بارش کی نماز کے لئے عیدگاہ وغیرہ کی طرف نکلنا سنت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ استسقا کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے، قبلہ رُخ ہو کر دو رکعتیں پڑھائیں اور چادر اُلٹ دی۔''

(صحيح البخاري : 1027، صحيح مسلم : 2/894)

**سوال**: کیا مکہ اور مدینہ میں بھی نماز استسقاء باہر نکل کر پڑھنا مسنون ہے؟

**جواب**: جی ہاں۔ مکہ و مدینہ میں بھی مسنون یہی ہے کہ نماز استسقاء کے لیے عیدگاہ یا صحرا وغیرہ کی طرف نکلا جائے۔

**سوال**: نماز استقاء انفرادی پڑھی جا سکتی ہے یا صرف اجتماعی ہی؟

(جواب): انفرادی بھی پڑھی جاسکتی ہے، البتہ اجتماعی پڑھنا مسنون ہے۔

(سوال): کیا بارش کے لیے صلحا سے دعا کروانا جائز ہے؟

(جواب): کسی زندہ صالح انسان سے دعا کرانا جائز ہے، یہ وسیلہ کی جائز صورت ہے۔ بارش کے لیے بھی دعا کرائی جاسکتی ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط کی صورت میں عباس بن عبد مطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلے سے بارش طلب کرتے اور دُعا فرماتے: یااللہ! ہم تجھ سے تیرے نبی (کی دعا) کے وسیلے سے بارش طلب کرتے تھے، تُو ہمیں عطا کرتا تھا، اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا (کی دعا) کا وسیلہ پکڑتے ہیں، تو ہمیں بارش عطا فرما، اس طرح انہیں بارش عطا کی جاتی تھی۔''

(صحيح البخاري: 1010)

❁ صحابی رسول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بارش کے لیے بہت ہی نیک تابعی یزید بن الاسود رحمہ اللہ کی دعا کا وسیلہ پکڑا تھا:

إِنَّ النَّاسَ قُحِطُوا بِدِمَشْقَ، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَسْقِي بِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ.

''دمشق میں قحط پڑ گیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یزید بن الاسود رحمہ اللہ کے وسیلے سے

بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔''

(تاريخ أبي زرعة :602/1، تاريخ ابن عساكر : 112/65، 111، وسندهٗ صحيحٌ)

**قارئین کرام! غور فرمائیں یہ بالکل وہی الفاظ ہیں، جو صحیح بخاری کی حدیث میں ہیں کہ اُس میں اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِب کے الفاظ ہیں اور اِس میں يَسْتَسْقِي بِيَزِيدَ بْنِ الْاَسْوَدِ کے الفاظ ہیں۔**

❀ دوسری روایت میں اس کی وضاحت ہے:

''ایک دفعہ قحط پڑا، سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دمشق کے لوگ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، تو فرمایا: یزید بن الاسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں آواز دی۔ وہ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منبر پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دُعا کی: اللہ! ہم تیری بارگاہ میں سب سے بہتر اور افضل شخص کی سفارش لائے ہیں، اللہ! ہم تیرے پاس یزید بن الاسود جرشی کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ (پھر فرمایا) یزید! اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھائیے (اور دُعا کیجئے)، یزید رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ جلد ہی افق کی مغربی جانب ایک ڈھال نما بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا، ہوا چلی اور بارش شروع ہوگئی، حتی کہ محسوس ہوا کہ لوگ اپنے گھروں تک بھی نہ پہنچ پائیں گے۔''

(المعرفة والتّاريخ للفسوي :219/2، تاريخ ابن عساكر:112/65، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة : 697/6)

❀ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابی رسول سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی نیک تابعی کی دُعا کا وسیلہ پکڑا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

إِنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، فَقَالَ لِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ : قُمْ يَا بَكَّاءُ .

''سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے میدان میں نکلے تو یزید بن اسود رحمہ اللہ سے کہا: اے اللہ کے حضور گڑگڑانے والے! کھڑے ہو جائیں اور دعا کریں۔''

(المعرِفة والتّاريخ للفَسوي : 220/2، تاريخ أبي زرعة : 602/1، تاريخ ابن عساكر : 212/65، وسندهٗ صحيحٌ )

**سوال**: نماز استسقاء کے لیے کتنی رکعات مسنون ہیں؟

**جواب**: نماز استسقاء میں دو رکعت مسنون ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کرنے کے لیے دو رکعت ادا کیں اور اپنی چادر کو پلٹا۔''(صحيح البخاري : 1026، صحيح مسلم : 2/894)

**سوال**: نماز استسقاء میں چادر کو کیوں پلٹا جاتا ہے؟

**جواب**: یہ عمل نیک فال لیتے ہوئے کیا جاتا ہے، کہ جس طرح چادر پلٹ گئی ہے،

اللہ تعالیٰ حالات کو بھی پلٹ دے گا اور بارانِ رحمت کا نزول فرمائے گا۔

**سوال**: بارش کو دیکھ کر کیا دعا کرنی چاہیے؟

**جواب**: بارش کے نفع مند ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ، قَالَ : اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا .

''نبی ﷺ بارش دیکھتے، تو فرماتے: اللہ! اسے بے ضرر اور نفع مند بنا دے۔''

(صحيح البخاري : 1032)

❀ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی کریم ﷺ بادل کو دور سے آتا دیکھتے، تو کام چھوڑ دیتے، اگر چہ نماز میں ہی کیوں نہ ہوتے، اس کے سامنے آ کر دعا کرتے:

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهٖ .

''اے اللہ! ہم اس بادل کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں''

بارش ہوتی، تو دو یا تین مرتبہ فرماتے:

اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا مَّرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا .

''اے اللہ! اسے نفع مند بنا۔''

اللہ تعالیٰ بادل ختم کر دیتے اور بارش نہ ہوتی، تو اللہ کی تعریف کرتے۔

(سنن ابن ماجه : 3889، وسندهٗ حسنٌ)

**سوال**: نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

(جواب): تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان مختلف دعائیں منقول و ماثور ہیں، ان میں سے کوئی دعا پڑھی جا سکتی ہے، ساری دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

''یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یا اللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اللہ! میری خطائیں برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

(صحيح البخاري: 744؛ صحيح مسلم: 598)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا، وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي، وَنُسُكِي، وَمَحْيَايَ، وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ

الْمُسْلِمِينَ، اللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا، إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ .

''میں اپنے چہرے کو ذات الٰہی کی طرف متوجہ کرتا ہوں، جس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ میں مشرک نہیں، میری نماز، قربانی، زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، میں پہلا مسلمان ہوں، یا اللہ! تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی الہٰ نہیں، تو میرا رب، میں تیرا بندہ، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، گناہوں کا معترف ہوں، میرے تمام گناہ معاف فرما! صرف تو ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اچھے اخلاق کی راہنمائی کر، رہنمائی تو ہی کرتا ہے، برے اخلاق سے بچا، برے اخلاق سے تو ہی بچاتا ہے۔ میں حاضر ہوں، تمام بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے، برائی تیری طرف منسوب نہیں، میں تیرے ساتھ قائم اور تیری طرف لوٹنے والا ہوں تو بہت بابرکت اور بہت بلند ہے، میں تجھ سے معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(صحيح مسلم :771)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرَكَ .

''یا اللہ! تو پاک ہے، حمد وثنا تیرے ہی لئے ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند وبرتر ہے، تیرے سوا کوئی الہٰ نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 50/3، 69؛سنن أبي داود : 775؛سنن النّسائي : 900؛ سنن التّرمذي : 242؛ سنن ابن ماجه : 804؛ وسندهٗ حسنٌ)

**(سوال)**: کیا ثناء کے آخر میں وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ کے الفاظ ثابت ہیں؟

**(جواب)**: ثناء کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ قطعاً ثابت نہیں۔

**(سوال)**: حجر اسود کو استلام کا کیا حکم ہے؟

**(جواب)**: استلام کے معنی چھونے کے ہیں، خواہ بوسہ لے کر چھونا ہو یا ہاتھ سے ہو۔ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا، ہاتھ سے چھونا یا اشادہ کرنا ہر طرح جائز ہے۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا، پھر فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

❀ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ فَقَالَ : مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انھوں نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو چھوا، پھر ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے، ایسا کرنا نہیں چھوڑا۔''

(صحيح البخاري : 1606، صحيح مسلم : 1268)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ آئے، تو حجر اسود کے پاس آ کر اسے بوسہ دیا، پھر دائیں طرف چلتے ہوئے تین چکروں میں رمل (تیز تیز چلنا) کیا اور چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔''

(صحيح مسلم : 1218)

**سوال**: کیا قرآن کریم کی تلاوت کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے؟

**جواب**: قرآن کریم کی تلاوت کے لیے قبلہ رُخ ہونا ضروری نہیں۔ یہ حکم صرف نماز کے لیے ہے، ہر عبادت کے لیے نہیں، البتہ بعض اُمور میں قبلہ رخ ہونا مستحب ضرور ہے، مثلاً دعا وغیرہ کے لیے رو بہ قبلہ ہونا مستحب ہے۔